ششماہی علوم القرآن، علی گڑھ، ۲/ جولائی - دسمبر ۱۹۹۲ء

لفظ "یہود" اور "نصاریٰ" کی لغوی تحقیق★

حمید الدین فراہیؒ
ترجمہ: امین احسن اصلاحی

(۱)
لفظ یہود کی تحقیق

هاد یهود هودًا کے معنی رجوع کرنے اور توبہ کرنے کے ہیں۔ قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا ان الفاظ میں نقل ہوئی ہے۔

وَاكْتُبْ لَنَا فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ ؕ (اعراف: ۱۵۶)	اور ہمارے لیے اس دنیا میں، اور آخرت میں بھلائی لکھ دے۔ ہم نے تیری طرف رجوع کیا۔

هَادَ کے دوسرے معنی یہودی ہونے کے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ؕ (البقرہ: ۱۳۵)	اور کہتے ہیں کہ یہودی یا نصرانی بنو تو ہدایت پاؤ گے۔

اسی طرح تَهَوَّدَ بھی یہودی ہونے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور یہ استعمال عربی زبان کے عام قاعدے کے مطابق ہے۔ جس طرح تَنَصَّرَ نصرانی ہونے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اس لفظ کی اصل حقیقت یہی ہے۔ لیکن بعض مخالفین اسلام نے یہ اعتراض اٹھایا ہے کہ قرآن نے یہ لفظ غلط استعمال کیا ہے۔ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ یہود کا لفظ "هود" کے مادہ سے نہیں ہے، بلکہ یہ یہوذا کی طرف نسبت ہے جو حضرت یعقوب علیہ السلام کے چوتھے بیٹے

★ ان دونوں لفظوں کی تحقیق علامہ فراہی نے سورہ بقرہ آیت ۶۲ (ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والنصاریٰ) الآیۃ کی تفسیر میں لفظ ھادوا اور نصاریٰ کے تحت لکھی ہے۔

تھے ۔اس اعتراض کے سبب سے اس لفظ کی تحقیق ضروری ہے۔ چنانچہ ہم یہاں اس لفظ کے اشتقاق پر گفتگو کریں گے تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ جن لوگوں نے قرآن مجید کے خلاف یہ اعتراض اٹھایا ہے انھوں کے نہ تو قرآن مجید ہی کو سمجھا ہے اور نہ خود اپنے صحیفوں ہی کو سمجھا ہے۔

قرآن مجید نے یہ لفظ جو استعمال کیا ہے تو اپنی طرف سے ایجاد کر کے نہیں کیا ہے، بلکہ عربی زبان کے ایک عام استعمال کردہ لفظ کو استعمال کیا ہے۔ اہل عرب ھاد یہود کا فعل یہودی ہونے کے معنی میں استعمال کرتے آئے ہیں۔ اور قرآن مجید نے ھُدنا کا لفظ جو استعمال کیا ہے تو لفظ یہود کا اشتقاق بیان کرنے کے لیے نہیں کیا ہے، بلکہ یہ لفظ اپنے اصل معنی یعنی توبہ کرنے اور رجوع کرنے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ خاص اس لفظ کے استعمال میں بلاغت کا ایک نکتہ ہے۔ وہ یہ کہ یہ یہود کو ایک ایسی حقیقت کی طرف متوجہ کر رہا ہے جس کو وہ بالکل فراموش کر بیٹھے تھے۔ اس کی وضاحت آگے آئے گی۔

اس اعتراض سے انھوں نے خود اپنے صحیفوں سے جس بے خبری کا ثبوت دیا ہے اس کی حقیقت اس تفصیل سے واضح ہوگی جو ہم آگے پیش کر رہے ہیں:

یہوذا حضرت یعقوب علیہ السلام کے ان بارہ بیٹوں میں سے چوتھے بیٹے تھے جن سے بنی اسرائیل کے بارہ خاندانوں کا ظہور ہوا ہے۔ یشوع کے زمانہ میں مفتوحہ علاقہ انھیں لوگوں کے درمیان تقسیم ہوا اور اس تقسیم میں ارشلیم سے لے کر اس کے جنوب کا تمام علاقہ بنی یہوذا کے حصہ میں آیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام اسی خاندان سے تھے۔ ان کے زمانہ میں تمام سلطنت بنی اسرائیل ان کے قبضہ میں آئی جس سے اس خاندان کی عظمت و شوکت کو چار چاند لگ گئے، ان کے بعد ان کے وارث ان کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام ہوئے جنھوں نے اپنے دارالسلطنت میں ہیکل کی تعمیر کی۔ اس سے بنی یہوذا کی عظمت میں مزید اضافہ ہوا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد ان کے اندر اختلافات پیدا ہوئے اور یہ پوری قوم دو حصوں میں بٹ گئی۔ ایک طرف یہوذا دوسری طرف باقی بنی اسرائیل۔ دوسرے خاندانوں کے نام اس کے بعد بالکل غیر معروف ہو کر رہ گئے۔ چنانچہ ان کے صحیفوں میں یہوذا اور اسرائیل کا ذکر کثرت سے آیا ہے۔ پھر جب یہ لوگ کلدانیوں کی اسیری میں مبتلا ہوئے تو تمام بنی اسرائیل

کے لئے یہود کا لفظ ایک مشترک نام کی حیثیت سے استعمال ہونے لگا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ یہوذا اور یہود میں کوئی فرق نہیں سمجھتے تھے۔

لفظ یہوذا کے اشتقاق میں یہود کو بڑا اشتباہ پیش آیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ یہ لفظ "یہو" اور "ذا" سے مرکب ہے۔ "یہو" کے معنی اللہ کے اور "ذا" کے معنی ہذا (یہ) کے ہیں۔ چونکہ اس طرح "یہو" کے ساتھ ترکیب پائے ہوئے نام ان کے ہاں موجود ہیں مثلاً "یہویاقیم" اس وجہ سے ان کو یہ غلط فہمی پیش آئی اور یہوذا کی وجہ تسمیہ کے بارے میں کتاب پیدائش میں جو عبارت موجود ہے اس کو یہ لوگ نہ سمجھ سکے۔ وہ عبارت یہ ہے:

> "اور وہ (لیئہ زوجہ یعقوب علیہ السلام) پھر حاملہ ہوئی اور اس کے بیٹا ہوا تب اس نے کہا کہ اس بار میں خداوند کی ستائش کروں گی۔ اس لیے اس کا نام یہوذا رکھا" (پیدائش ۲۹ : ۳۵)

اس سے یہود نے یہ سمجھا کہ یہوذا کا لفظ "اس بار" اور "یہو" کی طرف اشارہ کر رہا ہے حالانکہ یہ لفظ "خداوند کی ستائش کروں گی" کی جانب اشارہ کر رہا ہے۔ الفاظ اس تاویل کے محتمل ہیں اور مندرجہ ذیل امور اس کی تائید میں ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کے ناموں کے معانی کی طرف جس طرح ان کی ولادت کے سلسلہ میں اشارہ ہوا ہے اسی طرح اس موقع پر بھی اشارہ ہوا ہے جہاں حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان کے لئے برکت کی دعا فرمائی ہے۔ مثلاً ولادت کے بیان کے سلسلہ میں کتاب پیدائش باب ۳۰ : ۱۹ - ۲۰ میں ہے:

> "اور لیئہ پھر حاملہ ہوئی اور یعقوب سے اس کا چھٹا بیٹا ہوا۔ تب لیئہ نے کہا کہ خدا نے مجھے اچھا عطیہ بخشا۔ اب میرا شوہر میرے ساتھ رہے گا کیونکہ میرے اس سے چھ بیٹے ہو چکے ہیں، سو اس نے اس کا نام "زبولون" رکھا۔"

پھر اسی کتاب میں دعائے برکت کے سلسلہ میں یہ الفاظ وارد ہیں:

> "زبولون سمندر کے کنارے بسے گا" (۴۹ : ۱۳)

غور کر کے دیکھو ان دونوں مواقع پر سکونت کے معنی کی طرف اشارہ موجود ہے۔

اسی طرح یہوذا کے متعلق اس کتاب میں جو دعا اس موقع پر مذکور ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔

اے یہوذا! تیرے بھائی تیری مدح کریں گے۔
تیرا ہاتھ تیرے دشمنوں کی گردن پر ہو گا
تیرے باپ کی اولاد تیرے آگے سرنگوں ہوگی۔ (۴۹ : ۸)

اس سے واضح ہوا کہ یہوذا کے تسمیہ میں درحقیقت حمد و طاعت کا مفہوم ملحوظ ہے، اور لفظ "یہوذا" "یہو" اور "ذا" سے مرکب نہیں ہے، بلکہ یہ ایک ہی لفظ ہے اور اس کا مادہ "ہود" ہے۔

(۲) دوسرا یہ کہ کلدانیوں کی اسیری کے بعد سے ان کے لئے مشترک طور پر جو نام استعمال ہوا ہے وہ یہود اور یہودی کا ہے۔ اس کے ثبوت عزرا، نحمیا، استیر، اشعیا، ارمیا، دانیال اور انجیل سب میں موجود ہیں۔ یہاں تک کہ یہی نام زبان زد عوام و خواص ہو گیا، اگر اصل نام "یہوذا" ہوتا جیسا کہ ان لوگوں کا دعویٰ ہے تو پھر اس کی طرف نسبت "یہوذی" (ذال معجمہ کے ساتھ) ہونی چاہئے تھی نہ کہ دال کے ساتھ۔

(۳) تیسرا یہ کہ لفظ "یہو" کے ساتھ کسی ایسے ہی لفظ کو ملایا جا سکتا ہے جس کا ملایا جانا اس کے ساتھ موزوں ہو۔ لفظ "ذا" کوئی ایسا موزوں لفظ نہیں ہے جو کسی مخلوق کا نام رکھنے کے لئے اس کے ساتھ ملایا جائے۔ کیوں کہ اس کے ملانے سے جو معنی بنتے ہیں وہ یہ ہے کہ "یہ اللہ ہے"۔ ظاہر ہے کہ کسی مخلوق کے لئے اس لفظ کا استعمال ایک نہایت ہی مکروہ سی بات ہے۔

اس تفصیل سے یہ حقیقت واضح ہوئی کہ قرآن مجید نے یہاں اپنے عام قاعدے کے مطابق یہود کو ان کی ایک غلطی پر متنبہ کیا اور یہ واضح کیا ہے کہ لفظ "یہودا" جس کی طرف وہ اپنے کو منسوب کرتے ہیں اس کی اصل مادہ ہود سے ہے اور اس میں ایک لطیف اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ ان کے نام کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں۔

---

(۲)
لفظ "نصاریٰ" کی تحقیق

نصاریٰ نصران کی جمع ہے جس طرح ندامیٰ ندمان کی جمع ہے۔ شروع شروع میں نصاریٰ

کا یہی نام تھا اور ان کے متقدمین اسی نام کو پسند کرتے تھے لیکن متاخرین نے اپنے متقدمین کے برخلاف اس کو اپنی تحقیر سمجھا اور اپنے پیشرووں کی ضد میں اسے ناپسند کیا۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ نصاریٰ بعد کے دور میں دو فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک فرقہ نے خلیفہ برحق شمعون کی پیروی، اس نے اپنے آپ کو نصاریٰ سے موسوم کیا۔ اس گروہ کے تمام لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد آپ پر ایمان لائے۔ یہی گروہ ہے جس کی قرآن نے مختلف مقامات پر تعریف فرمائی ہے مثلاً

وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً	اور تم اہل ایمان کی دوستی میں ان لوگوں کو
لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا	زیادہ قریب پاؤ گے جنھوں نے اپنے آپ
نَصٰرٰى ط (مائدہ: ۸۲)	کو نصاریٰ کہا۔

اس آیت میں اس بات کی تصریح ہے کہ قرآن کا ممدوح گروہ وہی ہے جس نے اپنے آپ کو نصاریٰ سے موسوم کیا۔

ان کے دوسرے فرقہ نے مبتدع بولوس (پال) کی پیروی کی۔ موجودہ عیسائی اسی فرقہ سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ ان لوگوں کے نزدیک نصاریٰ کا لفظ ایک تحقیر کا لفظ ہے۔ ان کے خیال میں یہ ایک گاؤں "ناصرہ" کی طرف نسبت ہے جو ایک نہایت حقیر سا گاؤں تھا۔ چنانچہ یوحنا ۱: ۴۵ میں ہے:

> "فلپس نے نتن ایل سے مل کر ان سے کہا کہ جس کا ذکر موسیٰ نے توریت میں اور نبیوں نے کیا ہے وہ ہم کو مل گیا۔ وہ یوسف کا بیٹا یسوع ناصری ہے۔ نتن ایل نے اس سے کہا: کیا ناصرہ سے کوئی اچھی چیز نکل سکتی ہے۔"

یہ بات اس گروہ کے تکبر کی ایک دلیل ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مولد ناصرہ ہی ہے تو اس کی طرف منسوب ہونے میں حقارت کا کون سا پہلو ہے، جبکہ ان لوگوں کا دعوی بھی ہے کہ ناصرہ حضرت عیسیٰ کی جائے پیدائش ہے اور یہ کہ وہ ناصری کے لقب سے پکارے جائیں گے۔ چنانچہ متی ۲: ۲۴ میں ہے:

> "اور ناصرہ نام ایک شہر میں جا بسا تاکہ جو نبیوں کی معرفت کہا گیا تھا وہ پورا ہو کہ وہ

ناصری کہلائے گا۔"

بعض مخالفین قرآن نے اس لفظ کو بھی قرآن پر اعتراض کا بہانہ بنایا ہے۔ ان کا اعتراض یہ ہے کہ چونکہ قرآن کو اس کی وجہ تسمیہ کا پتہ نہیں تھا اس وجہ سے اس نے نصاریٰ کو نصرت سے ماخوذ سمجھا ہے اور سورہ صف کی اس آیت میں اسی پہلو سے ان کا ذکر کیا ہے:

كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ	جیسا کہ عیسیٰ بن مریم نے حواریوں سے کہا
لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنصَارِي إِلَى اللَّهِ	کہ خدا کی راہ میں میرا مددگار کون بنتا ہے۔
قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ اللَّهِ	حواریوں نے جواب دیا کہ ہم اللہ کے مددگار
(الصف: ۱۴)	ہیں۔

ہمارے نزدیک ان معترضین کا یہ اعتراض آیت کے مفہوم سے بالکل ناواقفیت پر مبنی ہے یہاں قرآن مجید نے نصاریٰ کی وجہ تسمیہ نہیں بیان کی ہے، بلکہ ایک امر واقعی بیان فرمایا ہے۔ زیادہ سے زیادہ جو بات اس آیت سے نکلتی ہے وہ یہ ہے کہ اس میں ایک لطیف تلمیح اس بات کی طرف ہے کہ جو لوگ نصاریٰ کے نام سے موسوم ہیں انھیں حق کا مددگار ہونا چاہیے۔ کیونکہ اس کا اشارہ خود ان کے نام کے اندر موجود ہے۔ اس قسم کی لطیف تلمیحات انبیاء علیہم السلام کے کلام میں بکثرت موجود ہیں۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شمعون سے جن کا لقب "صفا" تھا فرمایا:

"اور میں بھی تجھ سے کہتا ہوں کہ تو "صفا" ہے اور میں اسی "صفا" (پتھر) پر اپنی کلیسا تعمیر کروں" (متی ۱۶: ۱۸)

مولانا فراہیؒ کی نایاب کتابیں اب پھر دستیاب

رسائل الامام الفراہی فی علوم القرآن

مولانا فراہیؒ کی تین معرکۃ الآراء تصانیف

صفحات ۲۸۰

قیمت: ۶۵/ روپے

۱۔ دلائل النظام ۲۔ التکمیل فی اصول التاویل ۳۔ اسالیب القرآن کا مجموعہ

ملنے کے پتے: ادارہ علوم القرآن، پوسٹ بکس نمبر ۹۹، سرسید نگر، علی گڑھ ۲۰۲۰۰۲

دائرہ حمیدیہ، مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر، اعظم گڑھ (یو۔پی)